امام اسمٰعیل بن عُلیّہؒ

(۱۱۰ھ ـــ ۱۹۳ھ)

عبدالرشید عراقی

تبع تابعین میں امام اسمٰعیل بن عُلیّہ بڑے جلیل القدر امامِ حدیث ثابت ہوئے ہیں۔ ان کو ہر فن پر عبور حاصل تھا' لیکن علم حدیث میں خصوصی کمال اور امتیازی مہارت رکھتے تھے۔ علمائے اسلام نے علم حدیث میں ان کے تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے اور ان کی عدالت وثقاہت اور حفظ وضبط پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:

''بصرہ میں اتقان وتثبت ابنِ عُلیّہ پر ختم ہے''۔ (۱)

امام ابوداؤد الطیالسی کا قول حافظ ابنِ حجر نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے کہ:

''کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے خطا نہ کی ہو' البتہ ابنِ عُلیّہ اور بشر بن مفضل اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں''۔ (۲)

امام علی بن المدینی کا یہ قول بھی حافظ ابنِ حجر نے نقل کیا ہے کہ:

''چار محدثین کے علاوہ باقی سب محدثین سے تضعیف ہوئی ہے اور وہ چار محدثین یہ ہیں: یزید بن زریع' اسمٰعیل بن عُلیّہ' بشر بن مفضل' عبدالوارث بن سعید۔'' (۳)

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں امام ہیثم بن خالد کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

''ایک مرتبہ بصرہ کے چند حفاظ حدیث جمع ہوئے تو ان سے کوفہ کے محدثین نے کہا کہ تم اسمٰعیل بن عُلیّہ کے علاوہ جس کو چاہو سامنے لاؤ' ہم کو ان سے علم وفضل

میں کم نہ پاؤ گے، مگر ابنِ عُلیّہ کے علم و فضل کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا''۔ (۴)

امام اسمٰعیل بن عُلیّہ ۱۱۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام ابراہیم تھا، جو غلام تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ان کی شادی علیّہ بنت حسان سے ہوئی۔ عُلیّہ بنت حسان بڑی نیک خاتون تھیں اور اس کے ساتھ بڑی عاقلہ اور سمجھدار تھیں۔ امام نووی لکھتے ہیں:

امرأة نبیلة عاقلة (۵) (وہ بڑی سمجھ دار اور عقل مند خاتون تھیں)۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''وہ بڑی شریف اور عقل مند خاتون تھیں۔ ان کا مکان عوفہ میں تھا جو ان کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں صالح مری اور بصرہ کے دوسرے ممتاز لوگ اور فقہاء ان کے پاس استفادہ کے لئے آتے تھے۔ وہ برآمد ہو کر ان سے بات چیت کرتی تھیں''۔ (۶)

ابن عُلیّہ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد جب کچھ شعور پیدا ہوا تو ان کی والدہ نے ان کو بصرہ کے مشہور محدث عبدالوارث التیمی کی شاگردی میں دے دیا۔

اساتذہ

امام ابنِ عُلیّہ نے جن نامور محدثین سے اکتسابِ فیض کیا ان میں بعض مشہور اساتذہ یہ ہیں:

''امام ایوب السختیانی، محمد بن منکدر، عطاء بن سائب، حمید الطّویل، عبدالعزیز بن صہیب، سلیمان التیمی، یزید بن حمید، عاصم الاحول اور معمر بن یونس۔'' (۷)

تلامذہ

امام ابنِ عُلیّہ کے ممتاز تلامذہ یہ ہیں:

''امام احمد بن حنبل، عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، بندار بن بشار، اسحاق بن راہویہ اور ابنِ ابی شیبہ۔'' (۸)

تبحرِ علمی

حدیث اور فقہ پر ان کو عبورِ کامل تھا اور ان علوم میں ان کے جامع الکمالات ہونے کا علماء اسلام نے اعتراف کیا ہے۔

امام شعبہ انہیں ''ریحانۃ الفقھاء'' کہا کرتے تھے۔ (۹)

اور حافظ ذہبی نے ''احد الاعلام'' لکھا ہے۔ (۱۰)

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''امام مالک بن اَنس کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان کا قائم مقام حضرت سفیان کو بنا دیا۔ پھر امام حماد بن زید کا انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا قائم مقام میرے لئے ابنِ عُلَیّہ کو بنا دیا''۔ (۱۱)

عہدۂ قضاء

امام ابنِ عُلَیّہ کے علم و فضل کی شہرت صرف عوام تک محدود نہ تھی بلکہ اعیانِ حکومت بھی ان کے علم و فضل اور تبحرِ علمی سے پورے طرح باخبر تھے۔ چنانچہ حکومت نے ان کو سب سے پہلے بصرہ میں صدقات کے انتظامات کا نگران مقرر کیا۔ اس کے بعد ان کا تبادلہ بغداد کر دیا گیا اور بغداد میں محکمہ فوجداری کا ذمہ دار افسر مقرر کیا گیا اور کچھ عرصہ بغداد میں ان کو جج مقرر کر دیا گیا۔ امام ابنِ عُلَیّہ جس عہدہ پر بھی سرفراز رہے، بڑی ایمانداری اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

امام عبداللہ بن مبارک مشہور محدث تھے۔ ان سے ابنِ عُلَیّہ کے اچھے تعلقات تھے اور دونوں ایک دوسرے کے علم و فضل کے معترف تھے۔ جب امام ابنِ عُلَیّہ جج بنائے گئے اور امام عبداللہ بن مبارک کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کو اچھا نہ سمجھا اور اپنی ناخوشی کا اظہار کیا۔ جب اس کا علم امام ابنِ عُلَیّہ کو ہوا تو آپ نے فوراً استعفاء دے دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حافظ خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تاریخ بغداد اور حافظ ابنِ حجر نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں بیان کی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک تجارت کرتے تھے اور اس میں اُن کو کافی

نفع حاصل ہوتا تھا اور امام ابنِ مبارک یہ تمام نفع علماء اور طلبہ کی خدمت اور ان کی دُنیوی ضروریات پر صرف کر دیتے تھے۔ چنانچہ امام ابنِ مبارک خود فرماتے ہیں کہ اگر سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، فضیل بن سماک اور ابنِ عُلیّہ نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔ امام ابنِ مبارک ایک دفعہ بغداد تشریف لائے تو اس وقت ابنِ عُلیّہ بغداد کے جج تھے۔ جب امام عبداللہ بن مبارک کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ناخوشی کا اظہار کیا اور آپ جو امداد ابنِ عُلیّہ کی کرتے تھے وہ بند کر دی۔ امام ابنِ عُلیّہ کو جب ابنِ مبارک کے بغداد آنے کی اطلاع ملی تو ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، مگر امام ابنِ مبارک نے کوئی التفات نہ کیا۔ چنانچہ امام اسمٰعیل بن عُلیّہ تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آ گئے اور دوسرے دن امام ابنِ مبارک کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

''میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے لطف و کرم کا منتظر تھا لیکن آپ نے مجھ سے کلام ہی نہیں کیا۔ جناب کو میری کون سی حرکت ایسی ناگوار ہوئی۔''

حضرت امام عبداللہ بن مبارک نے یہ خط پڑھ کر فرمایا:

''یہ شخص (ابن عُلیّہ) بال کی کھال ہی نکالنا چاہتا ہے''۔

اور پھر جواب میں یہ اشعار لکھ کر بھیج دیئے۔

''اے دین کے ذریعہ غیروں کے اموال کا شکار کرنے والا باز! تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کو حاصل کرنے کے لئے ایک ایسا حیلہ اختیار کر لیا ہے جو دین کو تباہ کر کے رہے گا۔

پہلے تم دنیا کے مجنونوں کا علاج کرتے تھے، اب تم خود اس کے مجنون ہو گئے ہو۔ اب بادشاہوں کے دروازے سے بے پرواہ ہو کر تمہارا حدیث روایت کرنا کہاں گیا۔

اگر تم یہ کہو کہ مجھے عہدۂ قضاء کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تو یہ عذر سراسر باطل ہے۔ اب تو یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ حمار کیچڑ میں گر گیا۔''

امام ابنِ عُلیّہ کے پاس جب امام ابنِ مبارک کا یہ خط پہنچا تو اس کو پڑھ کر اُن پر رقت طاری ہو گئی۔ خط پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ چنانچہ خط پڑھنے کے بعد آپ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا استعفاء پیش کرتے

ہوئے خلیفہ کی خدمت میں عرض کیا:

''خدا کے لئے میرے بڑھاپے پر رحم فرمایئے! کیونکہ میں اب خطا پر زیادہ صبر نہیں کر سکتا۔''

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: ''معلوم ہوتا ہے کہ اس مجنون (عبداللہ بن مبارک) نے آپ کو بہکا دیا ہے''۔ ابنِ عُلیّہ نے کہا:

''نہیں، بلکہ انہوں نے مجھے (ایک مصیبت عظمیٰ سے) نجات دلا دی ہے۔''

چنانچہ ہارون الرشید نے آپ کا استعفاء منظور کر لیا۔ جب امام ابنِ مبارک کو اس کی اطلاع ملی کہ ابنِ عُلیّہ نے منصب قضاء سے علیحدگی اختیار کر لی ہے تو بہت خوش ہوئے اور حسبِ سابق ایک تھیلی ابنِ عُلیّہ کو بھیج دی۔ (۱۲)

عبادت

ابن عُلیّہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ قرآنِ مجید سے بہت زیادہ شغف تھا اور اس کی کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:

''میں نے ایک شب ابنِ عُلیّہ کے ہاں قیام کیا تو میں نے دیکھا کہ ابن عُلیّہ نے اس شب میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی۔'' (۱۳)

فتنہ خلق قرآن اور ابنِ عُلیّہ

بعض اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ امام اسماعیل بن عُلیّہ خلق قرآن کے قائل تھے۔ لیکن یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ علامہ خطیب بغدادی نے اس کی تردید کی ہے اور عبدالصمد یزید مردویہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عُلیّہ سے خود سنا ہے کہ ''**القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق**۔'' (۱۴)

حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ:

''ابنِ عُلیّہ خلق قرآن کے سلسلہ میں علمائے سلف کے مسلک پر تھے اور قرآن مجید کے اللہ کا کلام ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔'' (۱۵)

وفات

امام ابن عُلَیّہ نے جمعرات کے دن ۲۴ یا ۲۵ ذی قعدہ ۱۹۳ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں بغداد میں انتقال کیا اور بغداد کے مشہور قبرستان ابن مالک میں دفن ہوئے ۔(۱۶)

حواشی

۱) شذرات الذہب: ابن عماد حنبلی ۱/۳۳۳
۲) تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانی ۱/۲۷۶
۳) تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانی ۱/۲۷۷
۴) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ۶/۲۳۴
۵) تہذیب الاسماء واللغات: نووی ۱/۱۲۰
۶) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ۶/۲۳۴
۷) تہذیب الاسماء واللغات: نووی ۱/۱۲۰ و تہذیب التہذیب: ابن حجر ۱/۲۷۵
۸) تذکرۃ الحفاظ: ذہبی ۱/۲۹۵ وتہذیب التہذیب: ابن حجر ۱/۲۷۵
۹) تہذیب الاسماء واللغات: نووی ۱/۱۲۰
۱۰) تذکرۃ الحفاظ: ذہبی ۱/ص ۲۹۶
۱۱) تہذیب التہذیب: ابن حجر ۱/۲۷۶
۱۲) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ۶/۲۳۵، ۲۳۶ تہذیب التہذیب: ابن حجر ۱/۲۷۸
۱۳) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ۶/۲۲۷
۱۴) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ۶/۲۳۶
۱۵) تذکرۃ الحفاظ: ذہبی ۱/۲۹۶
۱۶) شذرات الذہب: ابن عماد حنبلی ۱/۳۳۳ وتاریخ بغداد: خطیب بغدادی ۶/۲۳۵

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن **ڈاکٹر اسرار احمد**
کی ایک اہم تالیف
عہد حاضر میں اسلامی ریاست اور معیشت
کے چند بنیادی مسائل
صفحات 96 ، قیمت 40
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور